مولانا عبدالسلام ندوی

اسلامی طب کی مختصر تاریخ

اسکندر اعظم نے جب مشرق میں فاتحانہ اقتدار حاصل کیا تو سیاسی مصالح کی بنا پر معاشرتی تمدنی اور علمی حیثیت سے یونان اور مشرق کے مفتوحہ ممالک میں ربط و علاقہ پیدا کرانا چاہا، اور اس غرض سے مشرقی ممالک میں یونانیوں کو آباد کیا اور یونان کے علماء و فضلا کو یونانی علم و ادب کی اشاعت کی ترغیب دلائی جو یونانی حکام اسکندر کی طرف سے ان ممالک میں مقرر تھے انہوں نے بھی اس کی تقلید کی اور اس طرح مشرقی ممالک میں یونانی تمدن اور یونانی علوم عام طور پر پھیل گئے اور اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد مشرق کے بہت سے شہر یونانی علوم و فنون کے مرکز بن گئے۔ جن میں اسکندریہ، جندیسا پور اور حران کو خاص طور پر اہمیت حاصل تھی۔

ان میں اسکندریہ کے اسکول نے طب کیمیا اور علوم طبعیہ میں زیادہ شہرت حاصل کی اور اسلامی فتح کے زمانہ تک اس کی یہ شہرت قائم تھی اور مسلمان سب سے پہلے اسی اسکول سے آشنا ہوئے کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب اسکندریہ فتح ہوا تو اس وقت اسکندریہ کا سب سے بڑا فلسفی یحییٰ نحوی زندہ تھا اور جب حضرت عمروؓ بن عاص نے مصر اور اسکندریہ کو فتح کیا تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ اس کے علم و فضل کے اس

قدر گرویدہ ہوئے کہ اس کو اپنا ہم دم و ہم نشین بنا لیا اس کے بعد وہ شہرزوری کی روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ کے زمانہ تک زندہ رہا ۔ اور خالد بن یزید المتوفی ۸۵ھ نے اس سے طب کی تعلیم حاصل کی[1]

اسکندریہ کا سب سے زیادہ مشہور طبیب اصطفن تھا جس نے خالد بن یزید کے لئے کیمیا وغیرہ کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا[2]

اسکندریہ کا ایک اور طبیب عبد الملک بن الجر کنانی تھا جس نے حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کے ہاتھ پر ان کی گورنری کے زمانہ میں اسلام قبول کیا اور وہ طب میں ان کا معتمد خاص بن گیا[3] لیکن اسکندریہ اسکول کا اثر صرف بنو امیہ کے زمانہ تک قائم رہا اور خلفائے عباسیہ کے دورِ حکومت تک تجاوز نہ کر سکا ، عباسی دور میں اسکندریہ کے صرف ایک عیسائی طبیب بلیطیان کے نام کا پتہ چلتا ہے جو منصور کی خلافت کے چوتھے سال اسکندریہ کا پادری مقرر ہوا ، اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے اپنے دورِ خلافت میں عبید اللہ بن مہدی کو مصر کا گورنر مقرر کیا تو اس نے اس کی خدمت میں ایک نہایت حسین و جمیل کنیز ہدیۃً بھیجی جس پر وہ فریفتہ ہو گیا ، اتفاق سے وہ ایک بار سخت بیمار پڑی اور اطبا کے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو لوگوں نے ہارون رشید کو مشورہ دیا کہ مصر سے کسی طبیب کو بلوائیے وہ اطبائے عراق سے بہتر اس کا علاج کر سکے گا ، ہارون رشید نے اس کے لئے عبید اللہ بن مہدی کو لکھا اور اس کے لئے بلیطان کا انتخاب کیا ، بلیطان مصر سے روانہ ہوا تو مصر سے چند دوائیں بھی ساتھ لیتا آیا اور بغداد میں پہونچ کر کنیز کو یہ دوائیں کھلائیں تو وہ بالکل صحیح و تندرست ہو گئی[4]

بلیطان کے سوا عباسی دور میں اسکندریہ کے اور کسی طبیب کا نام نہیں ملتا بلکہ عباسی دور پر

---

[1] شہرزوری نے یحییٰ نحوی کا تذکرہ دو جگہ لکھا ہے ایک جگہ وہ اس کو اسکندرانی اور دوسری جگہ دیلمی کہتا ہے لیکن درحقیقت یہ دونوں ایک ہی ہیں [2] فہرست ابن ندیم مطبوعہ مصر ص ۴۰ [3] طبقات الاطبا جلد اول ص ۱۱۶ [4] ایضاً جلد دوم ص ۸۲ ، ۸۳

پر سب سے زیادہ اثر جندیسا پور کے اسکول کا ہوا، جہاں نہایت قدیم زمانہ سے ایک طبی درس گاہ موجود تھی جس کو نوشیرواں نے قائم کیا تھا اور اس میں یونانی علوم و فنون آرامی زبان میں پڑھائے جاتے تھے اور یونانی علوم و فنون کے ساتھ پہلوی زبان میں ہندی علوم و فنون کی تعلیم بھی ہوتی تھی اور بعض ہندو اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

علامہ جمال الدین قفطی نے اخبار الحکماء میں اس شہر کے آباد ہونے کی جو تاریخ لکھی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شہر کیونکہ یونانی علوم و فنون بالخصوص فن طب کا مرکز بن گیا وہ لکھتا ہے کہ جندیسا پور کے اطباء نے اکاسرہ کے زمانہ سے فن طب میں مہارت حاصل کی اور اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سابور بن اردشیر نے جب انطاکیہ اور شام کو فتح کیا تو اس نے فیلپ قیصر روم سے اس شرط پر مصالحت کی کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کردے، قیصر روم نے اس شرط کو منظور کر لیا، لیکن لڑکی کے آنے سے پہلے سابور نے قسطنطینیہ کی شکل کا ایک شہر تعمیر کیا، جس کا نام جندیسا پور رکھا، شہر کے آباد ہونے کے بعد جب قیصر روم کی لڑکی اس میں آئی، تو روم سے ہر قسم کے ضروری اشخاص بھی اس کے ساتھ آئے، جن میں بہت سے حذاق اطباء بھی تھے ان اطباء نے اس شہر میں قیام کیا تو وہاں کے نوجوانوں کو فن طب کی تعلیم دینی شروع کی اور انہوں نے رفتہ رفتہ اس فن میں اس قدر ترقی کرلی کہ تمام لوگوں سے ممتاز ہوگئے اور ایک جماعت کے نزدیک ان کا طریقۂ علاج یونان اور ہندوستان کے طریقۂ علاج سے بھی بڑھ گیا، کیوں کہ انہوں نے ہر گروہ کی نمایاں خصوصیات کو لے کر اپنے استنباطات سے ان میں بہت کچھ اضافہ کیا تھا، بہت سے اصول و قوانین مرتب کئے تھے اور کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں ہر قسم کی عمدہ باتیں جمع کی تھیں[1]

اہلِ عرب پر اموی اور عباسی دورِ حکومت سے پہلے ہی اس اسکول کا اثر پڑنے لگا تھا۔ چنانچہ عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ نے جو خود عہدِ رسالت میں تھا

---

[1] اخبار الحکماء قفطی، ص ۹۳

زمانہ اسلام سے پہلے ہی فارس کا سفر کیا تھا۔ اور اہل جندیسا پور وغیرہ سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص حجۃ الوداع میں بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حارث ہی کے علاج کا مشورہ دیا اور چونکہ وہ مسلمان نہ تھا، اس لئے اس واقعہ سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ طبی امور میں اہلِ کفر کے مشورہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔[1]

اس کے بعد عباسی دورِ حکومت میں اہلِ جندیسا پور کا اثر و رسوخ خلیفہ منصور کے زمانہ میں خاص طور پر بڑھا، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ۱۴۸ھ میں منصور کو معدہ کی شکایتیں پیدا ہوئیں اور اطباء کے علاج کے باوجود روز بروز بڑھتی گئیں، بالآخر اس نے تمام اطبا کو جمع کر کے کہا کہ "میں تمام شہروں کے اطباء میں سے ایک ماہر طبیب کو بلانا چاہتا ہوں" سب نے بالاتفاق جورجیس کا نام لیا، جو اس وقت جندیسا پور کا افسر الاطباء اور وہاں کے شفا خانے کا مہتمم تھا۔ منصور نے اس کو طلب کیا اور وہ اپنے دو شاگردوں یعنی ابراہیم اور عیسیٰ ابن شہلا کے ساتھ بغداد میں آیا اور ۱۵۲ھ تک منصور کا طبیب خاص رہا۔ اس کے بعد بیمار ہو کر اپنے وطن جندیسا پور واپس گیا اور اپنے عوض منصور کے علاج کے لئے اپنے شاگرد عیسیٰ بن شہلا کو چھوڑ گیا[2] اس کے بعد خلیفہ مہدی کے زمانہ میں اس کا بیٹا ہادی بیمار ہوا تو اس نے علاج کے لئے جندیسا پور سے جورجیس کے بیٹے بختیشوع کو طلب کیا، لیکن بعض اطباء کی دراندازی سے مہدی نے اس کو اعزاز کے ساتھ جندیسا پور میں واپس کر دیا اور ۱۷۱ھ تک وہاں کے شفا خانے کا اہتمام کرتا رہا، پھر ہارون رشید دردِ سر میں مبتلا ہوا تو اس نے اس کو دوبارہ طلب کر کے افسر الاطباء مقرر کیا[3] اس کے بعد بختیشوع کے بیٹے جبرئیل نے جعفر بن یحییٰ بن خالد برمکی اور ہارون رشید کی ایک کنیز کے علاج میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی تو ہارون رشید نے اس کو پانچ لاکھ درہم

---

[1] اخبار الحکماء قفطی ص ۱۱۲،۱۱۱ [2] اخبار الحکماء قفطی ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱
[3] " " " صفحہ ""

عطا کئے اور اس کو افسر الاطباء مقرر کر دیا۔[1]

جندیسا پور اسکول کا ایک مشہور طبیب سابور بن سہل تھا، جو جندیسا پور کے شفا خانے میں مریضوں کا علاج کرتا تھا۔ متوکل اور اس کے بعد کے خلفاء کے درباروں میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور اس نے ۲۵۵ھ میں خلیفہ مہتدی باللہ کے زمانہ میں وفات پائی۔[2]

حرانی اسکول کا اثر ثابت بن قرہ حرانی کے ذریعہ سے قائم ہوا، جو ۲۲۱ھ میں حران میں پیدا ہوا، پھر بغداد میں آکر مستقل طور پر اقامت اختیار کر لی۔ حرانی اسکول میں ریاضیات و فلکیات نے سب سے زیادہ ترقی کی تھی اور غالباً اس کی وجہ حرانیوں کی ستارہ پرستی تھی اس لئے محمد بن موسیٰ شاکر جو ریاضی و ہندسہ کا بڑا قدر دان تھا۔ روم سے واپس ہوا تو ثابت کو ساتھ لیتا آیا اور معتضد کے دربار میں اس کو منجمین کے زمرہ میں داخل کر دیا اور اس کے زمانہ سے عراق میں صابئوں کا اثر و رسوخ بہت زیادہ بڑھ گیا۔[3]

ثابت بن قرہ کے بعد اس کے بیٹے سنان بن ثابت نے طب و ہندسہ میں اپنے باپ کی طرح بہت زیادہ ناموری حاصل کی اور پہلے مقتدر باللہ کا، پھر قاہر باللہ کا طبیب خاص مقرر رہا۔ اور مقتدر باللہ نے اس کو افسر الاطباء مقرر کیا۔[4]

سنان بن ثابت کے بیٹے ابراہیم بن ثابت نے بھی علوم طبیہ بالخصوص علم ہندسہ میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی اور اس علم میں متعدد کتابیں لکھیں وہ ۲۹۶ھ میں پیدا ہوا اور ۳۳۵ھ میں وفات پائی۔[5]

حران کا ایک مشہور طبیب ابواسحٰق ابراہیم بن زہرون حرانی تھا جس نے بغداد میں ۳۰۹ھ میں وفات پائی۔[6]

---

[1] اخبار الحکماء قفطی ص ۹۳-۹۴ [2] طبقات الاطبا جلد ۱ ص ۱۶۱ [3] اخبار الحکماء قفطی ص ۸۴ طبقات الاطباء جلد اول ص ۲۱۵ [4] اخبار الحکماء قفطی ص ۱۳۰ [5] اخبار الحکماء قفطی ص ۵۳، طبقات الاطبا جلد اول ص ۲۶۶ [6] ایضاً ص ۲۴۷۔

ابراہیم بن زہرون حرانی کے بیٹے ابوالحسن ثابت بن حرانی نے بھی طب میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی، وہ ۲۸۳ھ میں پیدا ہوا اور ۳۳۵ھ میں بمقام بغداد انتقال کیا، علامہ ابن اصیبعہ نے اس کی طبی مہارت کے متعلق بہت سے دلچسپ واقعات نقل کیے ہیں [۱]

ابراہیم بن ہلال صابی کے چچا ثابت بن ابراہیم نے بھی عضدالدولہ کے زمانہ میں طبی حیثیت سے اس قدر شہرت حاصل کی کہ ایک موقع پہ اس کی نباضی کے کمال کو دیکھ کر ایک شخص نے صاف کہہ دیا کہ یہ نبوت ہے طب نہیں ہے وہ ۲۸۳ھ میں پیدا ہوا اور ۳۶۳ھ میں وفات پائی [۲]

ان کے علاوہ بعض ہندو طبیب بھی بغداد میں آئے اور اپنے آثار علمیہ چھوڑ گئے چنانچہ منکہ ہندوستان سے خاص طور پہ ہارون رشید کے علاج کے لئے آیا اور ایک ہندوستانی طبیب شاناق نے زہروں کے متعلق جو کتاب لکھی تھی اس کا ترجمہ ہندی زبان سے فارسی زبان میں کیا [۳]

خلفائے اسلام کے درباروں میں ان غیر مسلم اطباء نے طبی ضرورتوں سے جو رسوخ و اقتدار حاصل کیا، اس سے قدرتی طور پہ دو عمدہ نتیجے نکلے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ انہی غیر مسلم اطبا کے ذریعہ سے یونانی علوم و فنون کا ترجمہ ہوا، اور اول اول طبی کتابوں کے ترجمے کرائے، اس کے بعد مروانی دور حکومت میں ماسرجویہ یہودی نے اہرن قس کی قراباذین کا ترجمہ کیا، پھر منصور کے عہد میں جورجیس نے طبی کتابوں کے ترجمے کیے اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں انگورہ، عموریہ، اور روم کے تمام شہروں پہ فاتحانہ اقتدار حاصل ہوا اور وہاں طب کی بہت سی قدیم کتابیں ملیں تو ہارون رشید نے ان کے ترجمہ کی خدمت یوحنا ماسویہ سے متعلق کی [۴]

---

[۱] طبقات الاطبا جلد اول ص ۲۲۷ [۲] اخبار الحکما قفطی ص ۸۰ [۳] طبقات الاطبا جلد دوم ص ۳۳ [۴] اخبار الحکما قفطی ص ۲۴۹

۲- دوسرا یہ کہ شفا خانوں کا نظام جس کی بنیاد سب سے پہلے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ڈالی تھی، بہت زیادہ وسیع و مکمل ہو گیا اور متعدد شفا خانے قائم ہو گئے، عباسی دور میں خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے جبرئیل بن بختیشوع نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور یوحنا بن ماسویہ کو جو اس کا سب سے بڑا شاگرد تھا اس کا مہتمم مقرر کیا[۱] اسی زمانہ میں ایک اور شفا خانہ خاندانِ برامکہ نے قائم کیا تھا جس کا افسر ایک ہندو طبیب ابن دہن نامی تھا[۲] مقتدر باللہ نے ۳۰۶ھ میں سنان بن ثابت حرانی کے مشورہ سے ایک خاص شفاخانہ قائم کیا، جس کا نام شفا خانہ مقتدری تھا

قیدیوں اور دیہاتیوں کے علاج کی طرف بھی اسی زمانہ میں توجہ ہوئی اور ان کے لئے اطبا اور ڈاکٹر مقرر کئے گئے، چنانچہ ایک سال جب بکثرت وبائی امراض پھیلے تو علی بن عیسیٰ نے جو مقتدر کا وزیر تھا سنان بن ثابت کو لکھا کہ قیدیوں کی حالت خاص طور پر قابلِ توجہ ہے اور اُن کے لئے مخصوص اطبا کے مقرر کرنے کی ضرورت ہے جو روزانہ تمام جیل خانوں میں دوائیں ساتھ لے کر جائیں اور ان کا علاج کریں۔ سنان بن ثابت نے اس حکم کی تعمیل کی تو اُس نے دوسرا فرمان لکھا کہ دیہاتیوں کے علاج کا کوئی انتظام نہیں ہے اُن کے لئے بھی مخصوص اطبا کے مقرر کرنے کی ضرورت ہے جو اپنے ساتھ دوائیں لے کر جائیں اور دیہاتوں میں گھوم گھوم کر دیہاتیوں کا علاج کریں، چنانچہ سنان بن ثابت نے اس حکم کی تعمیل کی[۳]

اس سلسلے میں مقتدر کے زمانہ میں سب سے بڑی ترقی یہ ہوئی کہ طبیبوں کے امتحان کا طریقہ قائم ہوا، چنانچہ ایک بار ۳۱۹ھ میں جب مقتدر کو معلوم ہوا کہ ایک طبیب کی غلطی سے ایک آدمی مرگیا ہے تو اُس نے اپنے محتسب کو حکم دیا کہ ہر طبیب کو علاج کرنے کی اجازت نہ دی جائے صرف وہی طبیب علاج کر سکتے ہیں جو سنان بن ثابت کے امتحان میں پورے اتریں چنانچہ امتحان کے لئے جو اطباء جمع کئے گئے ان کی تعداد آ...

---

[۱] اخبار الحکماء قفطی ص ۲۵۰-۲۵۱ [۲] فہرست ابن ندیم ص ۲۴۳ [۳] اخبار الحکماء قفطی ص ۱۹۳

سے زیادہ تھی ۔ ان کے علاوہ جو مشہور یا شاہی اطبا تھے وہ امتحان سے مستثنیٰ تھے ۔

طبیبوں کے ساتھ عطاروں کی اصلاح و انتخاب کی بھی ضرورت تھی اور عباسی دور میں اس طرف سب سے پہلے مامون رشید کے زمانہ میں توجہ مبذول ہوئی اور یوسف لقوہ نے مامون رشید سے شکایت کی کہ عطاروں سے جو دوائیں مانگی جاتی ہیں، خواہ اُن کے پاس ہوں یا نہ ہوں مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ دوا ہمارے یہاں ہے اور اپنے یہاں سے کوئی نہ کوئی چیز اُٹھا کر دیدیتے ہیں، امیرالمومنین اگر چاہیں تو خود اس کا تجربہ کر سکتے ہیں ۔ بغداد کے قریب ایک گاؤں تھا جس کا نام شقطیبہ تھا ۔ مامون نے کچھ لوگوں کو عطاروں کے پاس بھیجا کہ شقطیا کے متعلق ان سے دریافت کریں کہ اُن کے پاس ہے یا نہیں، تمام عطاروں نے کہا کہ ہے ۔ اور قیمت لے کر سب نے مختلف دوائیں دیدیں اور یہ تمام لوگ مختلف دوائیں لے کر پلٹے، تو مامون نے یوسف لقوہ کے اس مشورہ کو پسند کیا، اسی نظیر کو پیش نظر رکھ کر زکریا طیفوری نے معتصم کے زمانہ میں افشین کو اس طرف توجہ دلائی اور اس نے اس قسم کے بیس نام بتا کر چند آدمیوں کو عطاروں کے پاس بھیجا، بعض عطاروں نے تو اپنی لاعلمی ظاہر کی لیکن بعض نے قیمت لے کر اپنی دکان سے کوئی نہ کوئی دوا اُٹھا کر دے دی اب افشین نے تمام عطاروں کو طلب کیا ۔ اور جن عطاروں نے لاعلمی ظاہر کی تھی، اُن کو قائم رکھا اور بقیہ عطاروں کو اپنے لشکرگاہ سے الگ کر کے اس کا عام اعلان کر دیا اور معتصم کو لکھا کہ اس کے پاس وہی عطار اور طبیب بھیجے جائیں جو متدین ہوں چنانچہ معتصم نے اس کو پسند کیا اور اس کے پاس متدین اطباء بھیجے[۱]

یہ تمام اطباء ایک خاص نظام کے ماتحت طبی خدمات انجام دیتے تھے ۔

۱۔ ان میں چند مخصوص اطباء خلفاء و امراء کے ملازم تھے اور تنخواہیں پاتے تھے ۔

۲۔ چند فوج میں ملازم تھے اور فوج کے ساتھ سفر کرتے تھے ۔

---

[۱] انباء الحکماء [illegible] ص ۱۲۹

۳ - ان کے علاوہ جو اطباء تھے وہ پرائیویٹ پریکٹس کرتے تھے پہلے تو اُن پر کوئی قید وبند نہ تھی بلکہ ہر مرض کا علاج کرتے تھے لیکن جب سنان بن ثابت نے ان کا امتحان لیا تو ہر طبیب کو صرف اسی مرض کے علاج کرنے کی اجازت دی جس کی وہ قابلیت رکھتا تھا۔[1]

منصور کے زمانہ سے لے کر مقتدر کے زمانہ تک یہ اسلامی طب کی مختصر تاریخ ہے اور مقتدر کے زمانہ تک اگرچہ صرف بغداد میں اطبا کی اس قدر کثرت ہو گئی تھی کہ مشہور اور شاہی اطبار کے مستثنیٰ کرنے کے بعد جو اطبار سنان بن ثابت کے سامنے امتحان کے لئے پیش ہوئے اُن کی تعداد آٹھ سو سے زائد تھی، تاہم چونکہ ہم کو ان اطبار کے نام اور حالات معلوم نہیں ہیں اس لئے ہم نہیں بتا سکتے کہ اس زمانہ میں کس قدر مسلمان اطباء موجود تھے۔ اس زمانہ کے مشہور اطباء کے جو حالات تذکروں میں مذکور ہیں وہ سب کے سب عیسائی، صابی اور یہودی ہیں، ان میں کسی مشہور مسلمان طبیب کا نام ہم کو نہیں ملتا، تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں طب کی تعلیم نصاب درس کا لازمی جزو ہو گئی تھی اس لئے مسلمانوں میں جو لوگ مشہور فلسفی گذرے ہیں سب نے علم طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مسلمانوں میں پہلا شخص جو فلسفی کے لقب سے مشہور ہوا وہ یعقوب کندی تھا اور اس کے تذکرہ میں علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ وہ علم طب کا عالم تھا اور فارابی کی نسبت تصریح کی ہے کہ وہ علوم طبیہ میں بڑی مہارت رکھتا تھا البتہ اُس نے عملاً کبھی طبابت نہیں کی لیکن عملی طور پر مسلمانوں میں اب تک کوئی مشہور طبیب نہیں پیدا ہوا تھا، طبی حیثیت سے اس زمانہ میں سب سے پہلے زکریا رازی نے شہرت حاصل کی جو باختلاف روایت ۲۳۶ھ، ۲۴۰ھ، ۲۵۰ھ ۲۵۱ھ میں پیدا ہوا اور باختلاف روایت ۳۲۰ھ، ۳۲۱ھ، ۳۲۲ھ یا ۳۶۴ھ میں وفات پائی، وہ ابتدا میں عود بجاتا تھا، پھر اس کو چھوڑ کر فلسفہ کی

---

[1] طبقات الاطباء جلد اول ص ۲۲۲

تعلیم حاصل کی ، اس کے بعد طب کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور ابنِ خلکان کا بیان ہے کہ اس نے جس وقت طب کی تعلیم شروع کی ۔ اُس کا سن ۴۰ سال سے متجاوز ہو چکا تھا طبی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس نے طبابت کا مستقل پیشہ اختیار کر لیا اور پہلے رَے کے شفا خانہ کا پھر خلیفہ مکتفی کے زمانہ میں بغداد کے شفا خانے کا افسر مقرر ہوا[1] اور عمر بھر اسی فن کی تکمیل میں مصروف رہا ، یہاں تک کہ اس فن کا امام ہو گیا ، چنانچہ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ وہ علم طب میں اپنے وقت کا امام تھا اور اس زمانہ میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا تھا[1] ، وہ فن طب میں کامل اور اس کے اصول و فوائد کا ماہر تھا اور علم طب حاصل کرنے کے لئے لوگ اس کے پاس سفر کرکے آتے تھے ۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ میرے پاس چین کا ایک شخص آیا اور ایک سال تک مقیم رہا ، اس مدت میں اس نے عربی زبان اور عربی خط سیکھا ، یہاں تک کہ پانچ مہینہ میں نہایت فصیح اور زود نویس ہو گیا ، جب اس نے اپنے وطن کو واپس جانا چاہا ، تو ایک مہینہ پیشتر مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ جالینوس کی سولہ کتابوں کا املا کرا دیجئے تاکہ میں ان کو لکھ لوں ۔ میں نے کہا کہ وقت بہت کم ہے اور تم نے اپنے زمانہ قیام میں اس کا تھوڑا سا حصہ بھی نہیں لکھ سکتے اُس نے کہا کہ آپ سے جس قدر جلد ممکن ہو املا کرائیے میں اس سے بھی زیادہ تیزی سے لکھتا جاؤں گا میں نے اپنے بعض شاگردوں کو بھی اپنے ساتھ لیا اور جس قدر جلد ممکن ہوا ، سب مل کر املا کرانے لگے اور وہ اس سے [illegible] تیزی سے لکھنے لگا ، جب ہم نے مقابلہ کیا تو ہم نے اس کی تصدیق کی ، میں نے اس کے متعلق اس سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ ہمارے یہاں ایک خط ہے جس کو مجموع کہتے ہیں اور یہ وہی خط ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں جب ہم کسی طویل تحریر کو تھوڑی سی مدت میں لکھنا چاہتے ہیں تو پہلے اس خط میں لکھتے ہیں پھر اگر ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معمولی خط میں لکھتے ہیں کہ اس فن میں اسلام میں بھی ایسے

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۸۰ ، [2] فہرست ابن ندیم ص ۴۵۴

ائمہ پیدا ہوئے جو ذورہ، کمال سے بھی آگے نکل گئے۔ مثلاً رازی، مجوسی اور ابن سینا[۱]
علامہ ابن ابی اصیبعہ طبقات الاطباء میں لکھتے ہیں کہ وہ فن طب کے مشکل مسائل پر ہمیشہ غور وفکر کرتا رہتا تھا اور اس کے حقائق و اسرار کھولا کرتا تھا اور اس میں اس قدر مشغول رہتا تھا کہ ہمہ وقت اجتہاد کیا کرتا تھا اور علماء نے اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اس سے واقفیت حاصل کرتا رہتا تھا اس نے خود اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ میرا ایک شریف دوست تھا، جو راتوں کو مجھ سے بقراط اور جالینوس کی کتابوں کے متعلق گفتگو کیا کرتا تھا۔ رازی کو فن طب میں جو مہارت حاصل ہوئی، مریضوں کے علاج میں اس نے جو انفرادی شان پیدا کی، ان کے حالات پر اس نے طبی پیشینگوئیوں سے جو استدلال کیا دواؤں کے اوصاف و خواص کا جہاں تک اور اطبا کا علم نہ پہونچ سکا تھا اس نے جو تجربہ کیا ان سب کے متعلق بہت سے تاریخی واقعات ہیں جو اس کی بہت سی کتابوں میں درج ہیں، اور ان سب کو اس نے اپنی کتاب حاوی کے علیحدہ باب میں اور اپنی کتاب سر الطب میں بیان کر دیا ہے۔

اس کے بعد رازی کی طبی مہارت کے متعلق انہوں نے دو حکایتیں نقل کی ہیں اور ان حکایتوں کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ رازی کے متعلق اس قسم کی اور بھی بہت سی حکایتیں ہیں، اور ان کا بہت بڑا حصہ میں نے کتاب حکایات الاطبا میں بیان کر دیا ہے رازی کی طبی مہارت کا خلاصہ صرف ایک فقرے میں بیان کیا جا سکتا ہے جو بطور ضرب المثل کے مشہور ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ فن طب مردہ ہو گیا تھا جالینوس نے اس کو زندہ کیا، وہ پراگندہ تھا، رازی نے اس کو ایک شیرازہ میں منسلک کیا، وہ ناقص تھا، ابن سینا نے اس کی تکمیل کی، طب کے ان پراگندہ مسائل کا سب سے بڑا مجموعہ اس کی کتاب حاوی ہے، جس میں اس نے امراض اور ان کے طریقۂ علاج کے متعلق قدماء کی اور ان کے بعد اپنے زمانہ تک کے اطباء کی کتابوں میں جو کچھ تھا،

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۱۱ -

سب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ہر قول کو اس کے قائل کی طرف منسوب کیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں میں طب کا سلسلہ اطبائے اسکندریہ کے ذریعہ سے پھیلا جن کو اسکندرانی کہتے ہیں یہ سات طبیب تھے جنہوں نے اسکندریہ میں ایک طبی درسگاہ قائم کی تھی۔ اور صرف جالینوس کی سولہ کتابیں ان کے نصاب تعلیم میں داخل تھیں جن کو آسانی سے یاد کرنے اور سمجھنے کے لئے انہوں نے اُن کے خلاصے کر لئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ان کتابوں کی شرح کی تھی۔ یحییٰ نحوی انہی اطباء میں شامل تھا، جو اسلام کے ابتدائی زمانہ تک زندہ رہا۔ لیکن ان اطباء کے علاوہ اور بھی بہت سے طبیب تھے جو اطبائے اسکندریہ کے معاصر یا ان کے زمانہ سے قریب تھے اور ان کی کتابیں اسلام کے زمانہ تک موجود تھیں۔ رازی کا سب سے بڑا طبی کارنامہ جو یہ خیال کیا جاتا ہے اُس نے طب کے پراگندہ مسائل کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے صرف جالینوس کی ۱۶ کتابوں اور اطبائے اسکندریہ کی شرحوں پر قناعت نہیں کی، بلکہ اُن کے علاوہ اُن کے معاصر اطباء کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا اور اُن کے مطالب اپنی کتاب حاوی میں نقل کئے[1]

موجودہ دور میں اہل مغرب نے بھی فن طب میں اس کی بلند پائگی کو تسلیم کیا، یہاں تک کہ ۱۹۱۳ء میں بمقام لندن بین الاقوامی کانگریس میں رازی کے سوانح اور کارناموں کے متعلق ایک خاص کانفرنس قائم ہوئی اور اُس کا ذکر شاندار مدحیہ الفاظ میں کیا گیا۔

۱۹۳۲ء میں پیرس میں رازی کی ہزار سالہ برسی منائی گئی جس میں ایک مضمون پڑھا گیا جس کا عنوان تھا "عربی طب و تاریخ میں اور فرانس کی طب پر اس کا اثر" اور مضمون میں رازی کو بہت بڑا طبیب تسلیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی طبی کتابوں کا ترجمہ یورپین زبانوں میں کیا گیا اور وہ وہاں کے نصاب تعلیم میں داخل رہیں، اسی زمانہ کا ایک اور مسلمان طبیب احمد بن ابی الاشعث ہے جو ابتدا میں طبی حیثیت سے مشہور نہ تھا

---

[1] طبقات الاطبا جلد اول ص ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۹

بلکہ ایک سرکاری عہدہ دار تھا لیکن کسی جرم میں ماخوذ ہوا اور اپنے وطن سے بھاگ کر موصل میں آیا، یہاں ناصرالدولہ کا ایک لڑکا بیمار تھا جس کو اطبار کے علاج سے شفا نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مرض اور ترقی کرتا جاتا تھا احمد نے ناصرالدولہ تک رسائی حاصل کی اور لڑکے کی ماں سے کہا کہ میں اس کا علاج کروں گا، اسی کے ساتھ ان غلطیوں کو بھی ظاہر کیا جو اور اطباء نے طریق علاج میں کی تھیں۔ چنانچہ لڑکے کی ماں کا اس کی طرف میلان ہوا اور اس کے علاج سے اس کو شفا ہوگئی، اب وہ نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوا اور اخیر عمر تک موصل میں مقیم رہ کر ۳۰۷ھ میں وفات پائی وہ اگرچہ طبی حیثیت سے بہت زیادہ مشہور نہیں ہے تاہم اس کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جالینوس کی تمام کتابوں کی شرح لکھی اور جالینوس کی سولہ کتابوں کو ابواب و فصول میں تقسیم کیا، اس سے پہلے کسی نے اس قسم کی تقسیم نہیں کی تھی، اس لئے جو لوگ جالینوس کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، ان کو اس سے بڑا نفع حاصل ہوا اور ان کو معلوم ہوگیا کہ اس کی کتابوں کے مختلف حصے کن اغراض و مقاصد پر مشتمل ہیں[1]

محمد بن زکریا رازی کے بعد شیخ بوعلی سینا ۳۷۰ھ میں پیدا ہوا اور ۴۲۸ھ میں وفات پائی اور طب و فلسفہ دونوں میں یکساں شہرت حاصل کی اگرچہ شیخ کے بیان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے علم طب کو بذات خود حاصل کیا تھا لیکن علامہ ابن اصیبعہ نے لکھا ہے کہ اس نے ایک عیسائی طبیب ابوسہل عیسیٰ بن یحییٰ مسیحی جرجانی سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی[2] ابوسہل کے علاوہ وہ اس زمانہ کے ایک اور مشہور طبیب ابومنصور الحسن بن نوح القمری کے حلقۂ درس میں بھی شامل ہوا اور اس سے طبی تعلیم حاصل کی[3]

تاہم اس میں شبہ نہیں کہ شیخ کی طبی مہارت اور طبی شہرت زیادہ تر کثرت مطالعہ کا نتیجہ ہے چنانچہ ایک بار نوح بن منصور سامانی جو بخارا کا بادشاہ تھا ایک ایسے مرض میں

---

[1] طبقات الاطبا جلد اول ص ۲۴۶ [2] ،، ص ۳۲۸ [3] ،، ص ۳۲۷

مبتلا ہوا کہ تمام اطباء اس کے علاج میں ناکامیاب رہے لیکن کثرت مطالعہ کی وجہ سے اطباء میں شیخ کو بھی شہرت حاصل ہو چکی تھی، اس لئے انہوں نے نوح کے سامنے شیخ کا تذکرہ کیا اور اس کے بلانے کی درخواست کی تو شیخ آکر ان اطباء کے ساتھ اس کے معالجہ میں شریک ہوا، اور اس کو شفا حاصل ہو گئی اور اس تقریب سے اس کے متوسلین میں داخل ہو گیا اور اسی سلسلے میں اس نے نوح کے کتب خانے میں داخل ہونے اور طبی کتابوں کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کی اجازت چاہی اتفاق سے کتب خانے میں آگ لگ گئی اور تمام کتابیں جل گئیں اب اس کتب خانہ کے علوم کا عالم صرف شیخ رہ گیا اس بنا پر شیخ کے مخالفین کا خیال ہے کہ خود شیخ ہی نے اس کتب خانہ میں آگ لگا دی تاکہ ان علوم کو اپنی طرف منسوب کرلے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ ان علوم کا سب سے بڑا عالم ہے، بہرحال واقعہ جو کچھ بھی ہو لیکن زکریا رازی کے بعد شیخ نے طب میں اس سے بھی زیادہ شہرت حاصل کی لیکن تاریخی حیثیت سے یہ واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ زکریا رازی کی طرح شیخ بھی کثیر التصنیفات ہے لیکن اس کی کتابوں کی جو فہرست تذکروں میں منقول ہے اس میں زیادہ تر فلسفہ و حکمت کی کتابیں ہیں، طبی کتابیں بہت کم ہیں اس کے برخلاف رازی کی کتابوں کا حصہ زیادہ تر طبی تصنیفات پر مشتمل ہے اور طب کے ہر موضوع پر اس نے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں اس کے ساتھ شیخ کو فلسفہ، طب اور دوسرے علوم کی تدوین اور ترتیب میں جو شہرت اور اہمیت حاصل ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نے ان علوم میں بہت سے ایجادات و اختراعات کئے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ان علوم کی تمام شاخوں کو باقاعدہ منظم اور مرتب کر دیا اور مبتدی، منتہی اور متوسط ہر طبقہ کے لئے کتابیں لکھ دیں، اس لئے اس کی کتابیں نصاب تعلیم کا بہترین جزو ہو گئیں اور درس و تدریس کی وجہ سے ان کی عام اشاعت ہو گئی اور شیخ کی قانون مدتوں یورپ کے بڑے بڑے طبی مدرسوں میں زیر درس رہی۔ شیخ کے ذاتی بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصلی سرمایۂ افتخار فلسفہ تھا فن طب نہ تھا وہ ایک معجب، خود پسند اور مغرور شخص تھا اور بڑے بڑے اطباء و حکماء پر ذاتی حملے کیا کرتا تھا لیکن اس کا یہ حملہ صرف ان کی فلسفہ دانی پر ہوتا تھا ان کی طبی مہارت

کا وہ بھی قائل تھا۔ زکریا رازی کی نسبت وہ کہا کرتا تھا کہ وہ ایک مصنوعی اور طفیلی شخص ہے اس کا کام صرف بول و براز کا دیکھنا ہے" اس فقرے میں اُس نے اس کی طبی مہارت کا تو دبی زبان سے اعتراف کیا ہے، البتہ اس کی فلسفیانہ مہارت کا منکر ہے اس لئے شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں اس قول کو نقل کرکے لکھا ہے کہ ابن سینا نے بالکل سچ کہا کیونکہ معالجات طبیہ میں وہ تو وہ ذروہ کمال تک پہونچ گیا تھا لیکن طب کے علاوہ اور علوم میں اُس نے صرف لغو باتیں کہیں۔

شیخ کا ایک ممتاز معاصر ابوالفرج بن الطیب ایک عیسائی طبیب تھا جو شفاخانہ عضدیہ میں طب کی تعلیم دیتا تھا فن طب کے ساتھ فلسفہ میں بھی مہارت رکھتا تھا اور ارسطو کی بہت سی فلسفیانہ کتابوں کی شرح لکھی تھی شیخ اس کی طبی تصنیفات کا تو مداح تھا لیکن فلسفیانہ حیثیت سے اس کا قائل نہ تھا ایک رسالہ خاص اس کی تردید میں لکھا تھا اور اس میں اس کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ شیخ ابوالفرج بن الطیب کی طبی تصنیفات ہم کو ملیں اور ہم نے ان کو صحیح و پسندیدہ پایا، لیکن منطق و طبیعات وغیرہ یا اس کی تصنیفات کی حالت بالکل برعکس نکلی[1] لیکن بہرحال شیخ کے زمانہ سے مسلمانوں میں فن طب کی عام اشاعت ہوئی اور چھٹی اور ساتویں صدی ہجری تک بکثرت مسلمان اطباء پیدا ہوگئے ہیں جن کے حالات علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں لیکن ان میں دو شخص خاص طور پر اس لئے قابل ذکر ہیں کہ انہوں نے مفرد دواؤں کی تحقیقات میں موجودہ زمانہ کے طریقہ پہ اپنی عمریں صرف کردیں۔

یونان میں جو اطباء پیدا ہوئے ان میں ایک خاص طبیب دیسقوریدس تھا جس نے بہت سے شہروں کا سفر کرکے جنگلوں، جزیروں، اور سمندروں کی تمام جڑی بوٹیوں اور مفرد دواؤں کا سراغ لگایا تھا ان کی تصویریں لی تھیں اور اُن کے افعال و خواص پہ ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام کتاب الحشائش تھا[2] جعفر متوکل کے عہد خلافت میں اصطفن بن بسیل نے یونانی زبان سے اس کا ایک ناقص ترجمہ عربی زبان میں کیا اور ایک مدت تک اطباء مفرد دواؤں کی تحقیقات

---

[1] طبقات الاطبا، جلد اول ص ۲۲۹ [2] فہرست ابن ندیم ص ۴۰۸

میں اسی کتاب سے فائدہ اٹھاتے ہے اس کے علاوہ یحییٰ بن خالد برمکی نے دورِ وزارت میں ایک شخص کو ہندوستان میں اس غرض سے روانہ کیا تھا کہ وہ ہندوستان کی جڑی بوٹیوں کو خود ہندوستان سے لائے [1]۔ تاہم شیخ کے زمانے تک کسی مسلمان طبیب نے ادویہ مفردہ کی تحقیقات کی طرف خاص توجہ نہیں کی تھی۔ لیکن شیخ کے بعد رشید الدین صوری نے فن طب کی ایک خاص شاخ میں نہایت امتیاز حاصل کیا اور عمر بھر ادویہ مفردہ کی تحقیقات کرتا رہا وہ ۵۷۳ھ میں پیدا ہوا اور ۶۳۹ھ میں وفات پائی۔ اس کی تحقیقات کا طریقہ یہ تھا کہ جن مقامات پر جڑی بوٹیاں زیادہ پیدا ہوتی تھیں وہاں خود جاکر اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ ساتھ میں ایک مصور ہوتا تھا جس کے پاس مختلف قسم کے رنگ ہوتے تھے وہ ان جڑی بوٹیوں کو دیکھ کر مصور کو دکھاتا تھا اور وہ اُن کے رنگ، پتی کی مقدار، شاخ اور جڑ کو اچھی طرح دیکھ کر ان ہی کے مطابق ان کی تصویر کھینچتا تھا صرف اسی پر قناعت نہیں کرتا تھا بلکہ مصور کو ان جڑی بوٹیوں کو پہلے اُن کی ابتدائی نشو و نما کے زمانہ میں دکھاتا تھا اور وہ ان کی تصویر کھینچ لیتا تھا۔ پھر جب اُن کی نشو و نما مکمل ہو جاتی تھی اور ان میں تخم پیدا ہو جاتے تھے تو مصور اس حالت کی الگ تصویر کھینچتا تھا۔ پھر جب وہ خشک ہو جاتی تھیں تو اس حالت کی تصویر الگ لی جاتی تھی اس طرح ایک ہی جڑی بوٹی کی تحقیقات جو مختلف صورتوں میں ممکن تھی، ہو جاتی تھی۔

اُس نے اُن تحقیقات کے نتائج کو ایک مستقل کتاب میں درج کیا تھا، جس کو ملک المعظم عیسیٰ بن ابوبکر کے زمانہ میں اس کے نام پر لکھا تھا اور اس میں نہایت استقصاء کے ساتھ تمام مفرد دواؤں کے نام اور خواص لکھے تھے اور بہت سی ایسی دواؤں کے نام کا بھی اضافہ کیا تھا، جن کا ذکر قدما کی کتابوں میں موجود نہ تھا، ایک اور کتاب بھی لکھی تھی جس میں ادویہ مفردہ کے متعلق تاج بلغاری کی کتاب کا رد کیا تھا [2]۔

---

[1] فہرست ابن ندیم ص ۴۸۴ [2] طبقات الاطباء جلد دوم از ص ۲۱۶ تا ۲۱۹ -